اسلام کے اصولِ حکمرانی

ابُوالاعلیٰ مودُودی

ظہورِ اسلام کے ساتھ جو مسلم معاشرہ وجود میں آیا، اور پھر ہجرت کے بعد سیاسی طاقت حاصل کر کے جس ریاست کی شکل اس نے اختیار کی، اُس کی بنیاد چند واضح اصولوں پر تھی۔ ان میں سے اہم تر جن کا تعلق ہماری اِس بحث سے ہے، یہ ہیں۔

۱۔ قانونِ خداوندی کی بالاتری: اس ریاست کا اوّلین بنیادی قاعدہ یہ تھا کہ حاکمیت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے، اور اہلِ ایمان کی حکومت دراصل "خلافت" ہے جسے مطلق العنانی کے ساتھ کام کرنے کا حق نہیں ہے، بلکہ اُس کو لازماً اُس قانونِ خداوندی کے تحت رہ کر ہی کام کرنا چاہیے جس کا ماخذ خدا کی کتاب اور اس کے رسول کی سنّت ہے۔ قرآن مجید میں اس قاعدے کو حسبِ ذیل آیات میں بیان کیا گیا ہے: النساء، ۵۹-۶۴-۶۵-۸۰-۱۰۵۔ المائدہ، ۴۴-۴۵-۴۷۔ الاعراف، ۳۔ یوسف، ۴۰۔ النور، ۵۴-۵۵۔ الاحزاب، ۳۶۔ الحشر، ۷[1]۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے بھی اپنے متعدد ارشادات میں اس اصل الاصول کو پوری صراحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے:

علیکم بکتاب اللہ، احلوا حلالہ وحرموا حرامہ[2] — تم پر لازم ہے کتاب اللہ کی پیروی۔ جس چیز کو اس نے حلال کیا ہے اسے حلال کرو، اور جسے اس نے حرام کیا ہے اسے حرام کرو۔

ان اللہ فرض فرائض فلا تضیعوھا وحرم حُرُماتٍ فلا تنتھکوھا وحدّ — اللہ نے کچھ فرائض مقرر کیے ہیں، انہیں ضائع نہ کرو۔ کچھ حرمتیں مقرر کی ہیں، انہیں نہ توڑو۔ کچھ

[1] تشریح کے لیے ملاحظہ ہو ترجمان القرآن، نومبر، دسمبر ۱۹۶۴ء "قرآن کی سیاسی تعلیمات"

حدوداً فلا تعتدوھا وسکت عن اشیاء من غیر نسیانٍ فلا تبحثوا عنھا[۳]	حدود مقرر کی ہیں، ان سے تجاوز نہ کرو۔ اور کچھ چیزوں کے بارے میں سکوت فرمایا ہے بغیر اس کے کہ اسے نسیان لاحق ہؤا ہو، اُن کی کھوج میں نہ پڑو۔
من اقتدی بکتاب اللہ لا یضل فی الدنیا ولا یشقی فی الاخرۃ[۴]	جس نے کتاب اللہ کی پیروی کی وہ نہ دنیا میں گمراہ ہوگا نہ آخرت میں بدبخت۔
ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما، کتاب اللہ وسنۃ رسولہ[۵]	میں نے تمہارے اندر دو چیزیں چھوڑی ہیں جنہیں اگر تم تھامے رہو تو کبھی گمراہ نہ ہوگے، اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سُنّت۔
ما امرتکم بہ فخذوہ وما نھیتکم عنہ فانتھوا[۶]	جس چیز کا میں نے تم کو حکم دیا ہے اسے اختیار کرلو اور جس چیز سے روکا ہے اس سے رُک جاؤ۔

۲- عدل بین الناس دوسرا قاعدہ جس پر اس ریاست کی بنا رکھی گئی تھی، یہ تھا کہ قرآن و سُنّت کا دیا ہؤا قانون سب کے لیے یکساں ہے اور اس کو مملکت کے ادنیٰ ترین آدمی سے لے کر مملکت کے سربراہ تک سب پر یکساں نافذ ہونا چاہیے۔ کسی کے لیے بھی اس میں امتیازی سلوک کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ اپنے نبی، صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اعلان کرنے کی ہدایت فرماتا ہے کہ

وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَیْنَکُمْ[۷] — اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تمہارے درمیان عدل کروں۔

---

[۲] کنز العمال بحوالہ الطبرانی و مسند احمد، جلد اول، حدیث نمبر ۹۰۷-۹۶۶ (طبع دائرۃ المعارف، حیدرآباد ۱۹۵۵ء)

[۳] مشکوٰۃ بحوالہ دارقطنی، باب الاعتصام بالکتاب والسنہ۔ کنز العمال، ج ۱، ح ۹۸۱-۹۸۲

[۴] مشکوٰۃ بحوالہ رزین، باب مذکور

[۵] مشکوٰۃ بحوالہ موطا، باب مذکور۔ کنز العمال، ج ۱، ح ۸۷۷-۹۴۹-۹۵۵-۱۰۰۱۔

[۶] کنز العمال، ج ۱، ح ۸۸۶ [۷] الشوریٰ، ۱۵

یعنی میں بے لاگ انصاف پسندی اختیار کرنے پر مامور ہوں۔ میرا یہ کام نہیں ہے کہ کسی کے حق میں اور کسی کے خلاف تعصب برتوں۔ میرا سب انسانوں سے یکساں تعلق ہے، اور وہ ہے عدل و انصاف کا تعلق۔ حق جس کے ساتھ ہو میں اس کا ساتھی ہوں اور حق جس کے خلاف ہو میں اس کا مخالف ہوں۔ میرے دین میں کسی کے لیے بھی کوئی امتیاز نہیں ہے۔ اپنے اور غیر، بڑے اور چھوٹے، شریف اور کمین کے لیے الگ الگ حقوق نہیں ہیں۔ جو کچھ حق ہے وہ سب کے لیے حق ہے۔ جو گناہ ہے وہ سب کے لیے گناہ ہے۔ جو حرام ہے وہ سب کے لیے حرام ہے۔ جو حلال ہے وہ سب کے لیے حلال ہے۔ اور جو فرض ہے وہ سب کے لیے فرض ہے۔ میری اپنی ذات بھی قانونِ خداوندی کی اس ہمہ گیری سے مستثنیٰ نہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود اس قاعدے کو یوں بیان فرماتے ہیں:-

انما هلك من كان قبلكم انهم كانوا يقيمون الحد على الوضيع ويتركون الشريف، والذي نفس محمد بيده لو ان فاطمة بنت محمد، فعلت ذالك لقطعت يدها[۸]

تم سے پہلے جو امتیں گزری ہیں وہ اسی لیے تو تباہ ہوئیں کہ وہ لوگ کم تر درجے کے مجرموں کو قانون کے مطابق سزا دیتے تھے اور اونچے درجے والوں کو چھوڑ دیتے تھے۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے، اگر محمد کی اپنی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں ضرور اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔

حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں:-

رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يُقيدُ من نفسه[۹]

میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ذات سے بدلہ دیتے دیکھا ہے۔

---

[۸] بخاری، کتاب الحدود، الباب نمبر ۱۱-۱۲

[۹] کتاب الخراج، امام ابویوسف۔ ص ۱۱۶، المطبعۃ السلفیہ، مصر، طبع ثانی ۱۳۵۲ھ۔ مسند ابوداؤد الطیالسی، حدیث نمبر ۵۵، طبع دائرۃ المعارف، حیدرآباد، ۱۳۲۱ھ۔

۳۔ مساوات بین المسلمین | اسی قاعدے کی فرع یہ تیسرا قاعدہ ہے جو اس ریاست کے مسلمات میں سے تھا کہ تمام مسلمانوں کے حقوق بلالحاظ رنگ و نسل و زبان و وطن بالکل برابر ہیں۔ کسی فرد، گروہ، طبقے یا نسل و قوم کو اس ریاست کے حدود میں نہ امتیازی حقوق حاصل ہو سکتے ہیں اور نہ کسی کی حیثیت کسی دوسرے کے مقابلے میں فروتر قرار پا سکتی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ (الحجرات۔ آیت ۱۰)	مومن تو ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔
يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ (الحجرات ۱۳)	لوگو، ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں قبیلوں اور قوموں میں تقسیم کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حسب ذیل ارشادات اس قاعدے کی صراحت کرتے ہیں:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْظُرُ إِلَىٰ صُوَرِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ وَلَٰكِنْ يَنْظُرُ إِلَىٰ قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ[۵۰]	اللہ تمہاری صورتیں اور تمہارے مال نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دل اور تمہارے اعمال دیکھتا ہے
الْمُسْلِمُونَ إِخْوَةٌ، لَا فَضْلَ لِأَحَدٍ عَلَىٰ أَحَدٍ إِلَّا بِالتَّقْوَىٰ[۵۱]	مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ کسی کو کسی پر فضیلت نہیں مگر تقویٰ کی بنا پر۔
يَا أَيُّهَا النَّاسُ، أَلَا إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَىٰ عَجَمِيٍّ، وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَىٰ عَرَبِيٍّ وَلَا لِأَسْوَدَ عَلَىٰ أَحْمَرَ، وَلَا لِأَحْمَرَ عَلَىٰ	لوگو، سن لو، تمہارا رب ایک ہے۔ عربی کو عجمی پر یا عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں، نہ کالے کو گورے پر یا گورے کو کالے پر کوئی فضیلت

[۵۰] تفسیر ابن کثیر، بحوالہ مسلم و ابن ماجہ، ج ۴، ص ۲۱۷، مطبعۃ مصطفیٰ محمد، مصر، ۱۹۳۷
[۵۱] ابن کثیر، بحوالہ طبرانی، ج ۴، ص ۲۱۷

اسود الا بالتقویٰ[۲۱]	ہے، مگر تقویٰ کے لحاظ سے۔
من شھد ان لا الٰہ الا اللہ و استقبل قبلتنا وصلّٰی صلوٰتنا و اکل ذبیحتنا فھو المسلم لہ ما للمسلم وعلیہ ما علی المسلم۔[۲۲]	جس نے شہادت دی کہ اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں، اور ہمارے قبلے کی طرف رُخ کیا اور ہماری طرح نماز پڑھی اور ہمارا ذبیحہ کھایا وہ مسلمان ہے۔ اس کے حقوق وہی ہیں جو مسلمان کے حقوق ہیں اور اس پر فرائض وہی ہیں جو مسلمان کے فرائض ہیں۔
المؤمنون تتکافأ دماؤھم ۔ وھم ید علی من سواھم ۔ ویسعیٰ بذمتھم ادناھم[۲۴]	مومنوں کے خون ایک دوسرے کے برابر ہیں، وہ دوسروں کے مقابلے میں ایک ہیں، اور ان کا ایک ادنیٰ آدمی بھی ان کی طرف سے ذمّہ لے سکتا ہے۔
لیس علی المسلم جزیۃ[۲۵]	مسلمان پر جزیہ عائد نہیں کیا جا سکتا۔

۴۔ حکومت کی ذمّہ داری | چوتھا اہم قاعدہ جس پر یہ ریاست قائم ہوئی تھی، یہ تھا کہ حکومت اور اس کے اختیارات اور اموال، خدا اور مسلمانوں کی امانت ہیں جنہیں خدا ترس، ایماندار اور عادل لوگوں کے سپرد کیا جانا چاہیے اور اس امانت میں کسی شخص کو من مانے طریقے پر، یا نفسانی اغراض کے لیے تصرّف کرنے کا حق نہیں ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ، وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ	اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہلِ امانت کے سپرد کرو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو

---

[۲۱] تفسیر روح المعانی، بحوالہ بیہقی و ابن مردویہ، ج ۲۶، ص ۱۴۸۔ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، مصر

[۲۲] بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب ۲۸

[۲۴] ابوداؤد، کتاب الدیات، باب ۱۱۔ نسائی، کتاب القسامہ، باب ۱۰، ۱۴۔

[۲۵] ابوداؤد، کتاب الامارہ باب ۳۴۔

اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ، اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ، اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا۔[۱۶]

تو عدل کے ساتھ کرو۔ اللہ تمہیں اچھی نصیحت کرتا ہے۔ یقیناً اللہ سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

الا کلکم راعٍ وکلکم مسئول عن رعیتہٖ فالامام الاعظم الذی علی الناس راعٍ وھو مسئول عن رعیتہٖ۔[۱۷]

خبردار رہو، تم میں سے ہر ایک راعی ہے اور ہر ایک اپنی رعیّت کے بارے میں جوابدہ ہے اور مسلمانوں کا سب سے بڑا سردار جو سب پر حکمران ہو، وہ بھی راعی ہے اور اپنی رعیّت کے بارے میں جوابدہ۔

ما من والٍ یلی رعیۃ من المسلمین فیموت وھو غاشٌّ لھم الا حرم اللّٰہ علیہ الجنۃ۔[۱۸]

کوئی حکمران، جو مسلمانوں میں سے کسی رعیّت کے معاملات کا سربراہ ہو، اگر اس حالت میں مرے کہ وہ ان کے ساتھ دھوکا اور خیانت کرنے والا تھا، تو اللہ اس پر جنت حرام کر دے گا۔

ما من امیر یلی امر المسلمین ثم لا یجھد لھم ولا ینصح الا لم یدخل معھم فی الجنۃ۔[۱۹]

کوئی حاکم جو مسلمانوں کی حکومت کا کوئی منصب سنبھالے پھر اس کی ذمہ داریاں ادا کرنے کے لیے جان نہ لڑائے اور خلوص کے ساتھ کام نہ کرے وہ مسلمانوں کے ساتھ جنت میں قطعاً نہ داخل ہوگا۔

---

[۱۶] النساء، ۵۸ [۱۷] بخاری، کتاب الاحکام، باب ۱۔ مسلم، کتاب الامارہ، باب ۵

[۱۸] بخاری، کتاب الاحکام، باب ۸۔ مسلم، کتاب الایمان، باب ۶۱۔ کتاب الامارہ، باب ۵

[۱۹] مسلم، کتاب الامارہ، باب ۵

یا ابا ذر انک ضعیف وانہا امانة وانہا یوم القیامة خزی و ندامة الا من اخذ بحقہا وادی الذی علیہ فیہا[۱۲۰]

(نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذرؓ سے فرمایا) اے ابوذر، تم کمزور آدمی ہو اور حکومت کا منصب ایک امانت ہے، اور قیامت کے روز وہ رسوائی اور ندامت کا موجب ہوگا سوائے اُس شخص کے جو اس کے حق کا پُورا پُورا لحاظ کرے اور جو ذمہ داری اس پر عائد ہوتی ہے اسے ٹھیک ٹھیک ادا کرے۔

من اخون الخیانة تجارة الوالی فی رعیتہ[۱۲۱]

کسی حاکم کا اپنی رعیت میں تجارت کرنا بدترین خیانت ہے۔

من ولی لنا عملا ولم تکن لہ زوجة فلیتخذ زوجة، ومن لم یکن لہ خادم فلیتخذ خادما، اولیس لہ مسکن فلیتخذ مسکنا، اولیس لہ دابة فلیتخذ دابة، فمن اصاب سوی ذالک فہو غال او سارق[۱۲۲]

جو شخص ہماری حکومت کے کسی منصب پر ہو وہ اگر بیوی نہ رکھتا ہو تو شادی کرلے، اگر خادم نہ رکھتا ہو تو ایک خادم حاصل کرلے، اگر گھر نہ رکھتا ہو تو ایک گھر لے لے، اگر سواری نہ رکھتا ہو تو ایک سواری لے لے۔ اس سے آگے جو شخص قدم بڑھاتا ہے وہ خائن ہے یا چور۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں:

من یکن امیرا فانہ من اطول الناس حسابا واغلظہ عذابا، ومن لا یکون امیرا فانہ من ایسر الناس

جو شخص حکمراں ہو اس کو سب سے زیادہ بھاری حساب دینا ہوگا اور وہ سب سے زیادہ سخت عذاب کے خطرے میں مبتلا ہوگا، اور جو حکمران نہ ہو اس کو

[۱۲۰] کنز العمال، ج ۶، ح ۹۸-۱۲۲

[۱۲۱] کنز العمال، ج ۶، ح ۸۰

[۱۲۲] کنز العمال، ج ۶، ح ۳۴۶

حسابًا واھونه عذابًا لان الامراء اقرب الناس من ظلم المومنين ومن يظلم المومنين فانما يخفر الله[۲۳]	ہلکا حساب دینا ہوگا اور اس کے لیے ہلکے عذاب کا خطرہ ہے، کیونکہ حکّام کے لیے سب سے بڑھ کر اس بات کے مواقع ہیں کہ ان کے ہاتھوں مسلمانوں پر ظلم ہو، اور جو مسلمانوں پر ظلم کرے وہ خدا سے غدّاری کرتا ہے۔

حضرت عمرؓ کہتے ہیں:

لو ھلك حمل من ولد الضان ضياعًا بشاطئ الفرات خشيت ان يسألني الله[۲۴]	دریائے فرات کے کنارے ایک بکری کا بچہ بھی اگر ضائع ہو جائے تو مجھے ڈر لگتا ہے کہ اللہ مجھ سے باز پُرس کرے گا۔

۵۔ **شوریٰ** | اس ریاست کا پانچواں اہم قاعدہ یہ تھا کہ سربراہِ ریاست مسلمانوں کے مشورے اور ان کی رضامندی سے مقرر ہونا چاہیے، اور اسے حکومت کا نظام بھی مشورے سے چلانا چاہیے۔ قرآنِ مجید میں ارشاد ہوا ہے:-

وَاَمْرُھُمْ شُوْرٰی بَیْنَھُمْ[۲۵]	اور مسلمانوں کے معاملات باہمی مشورے سے چلتے ہیں۔
وَشَاوِرْھُمْ فِی الْاَمْرِ (آل عمران: ۱۵۹)	اور اے نبیؐ اُن سے معاملات میں مشاورت کرو۔

حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر آپ کے بعد ہمیں کوئی ایسا معاملہ پیش آئے جس کے متعلق نہ قرآن میں کوئی حکم ہو اور نہ آپ سے ہم نے کچھ سنا ہو تو ہم کیا کریں؟ فرمایا:

---

۲۳ کنز العمال، ج ۵، ح ۲۵۰۵

۲۴ کنز العمال، ج ۵، ح ۲۵۱۲

۲۵ الشوریٰ، ۳۸

اجمعوا العابدین من امتی و اجعلوہ بینکم شوریٰ ولا تقضوا برأی واحد[۲۶]	میری امت کے عابد لوگوں کو جمع کرو اور اس معاملے کو آپس کے مشورے کے لیے پیش کر دو۔ کسی ایک شخص کی رائے پر فیصلہ نہ کر ڈالو۔

حضرت عمرؓ کہتے ہیں:

من دعا الی امارۃ نفسہ او غیرہ من غیر مشورۃ من المسلمین فلا یحل لکم ان لا تقتلوہ[۲۷]	جو شخص مسلمانوں کے مشورے کے بغیر اپنی یا کسی اور شخص کی امارت کے لیے دعوت دے تو تمہارے لیے حلال نہیں ہے کہ اسے قتل نہ کرو۔

ایک اور روایت میں حضرت عمرؓ کا یہ قول نقل ہوا ہے:

لا خلافۃ الا عن مشورۃ۔[۲۸]	مشورے کے بغیر کوئی خلافت نہیں۔

۶۔ اطاعت فی المعروف چھٹا قاعدہ جس پر یہ ریاست قائم کی گئی تھی، یہ تھا کہ حکومت کی اطاعت صرف معروف میں واجب ہے، معصیت میں کسی کو اطاعت کا حق نہیں پہنچتا۔ دوسرے الفاظ میں اس قاعدے کا مطلب یہ ہے کہ حکومت اور حکام کا صرف وہی حکم ان کے ماتحتوں اور رعیت کے لیے واجب الاطاعت ہے جو قانون کے مطابق ہو۔ قانون کے خلاف حکم دینے کا نہ انہیں حق پہنچتا ہے اور نہ کسی کو اس کی اطاعت کرنی چاہیے۔ قرآن مجید میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کو بھی اطاعت فی المعروف کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے، حالانکہ آپ کی طرف سے کسی معصیت کا حکم صادر ہونے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا:

وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ[۲۹]	اور یہ کہ وہ کسی امر معروف میں آپ کی نافرمانی

---

[۲۶] تفسیر روح المعانی، ج ۲۵، ص ۴۲

[۲۷] کنز العمال، ج ۵، ح ۲۵۷۷

[۲۸] کنز العمال، ج ۵، حدیث ۲۳۵۴

[۲۹] الممتحنہ، ۱۲

نہ کریں گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

السمع والطاعة علی المرء المسلم فیما احب اوکرہ مالم یوم‍ر بمعصیة فاذا امر بمعصیة فلا سمع ولا طاعة[۳۰]	ایک مسلمان پر اپنے امیر کی سمع وطاعت فرض ہے خواہ اس کا حکم اسے پسند ہو یا ناپسند تاوقتیکہ اسے معصیت کا حکم نہ دیا جائے۔ اور جب معصیت کا حکم دیا جائے تو پھر کوئی سمع وطاعت نہیں
لا طاعة فی معصیة اللہ، انما الطاعة فی المعروف[۳۱]	اللہ کی نافرمانی میں کوئی اطاعت نہیں ہے اطاعت صرف معروف میں ہے۔

یہ مضمون نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بکثرت ارشادات میں مختلف طریقوں سے نقل ہوا ہے۔ کہیں آپ نے فرمایا لا طاعة لمن عصی اللہ (جو اللہ کی نافرمانی کرے، اس کے لیے کوئی اطاعت نہیں)۔ کہیں فرمایا لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق (خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کے لیے کوئی اطاعت نہیں)۔ کہیں فرمایا لا طاعة لمن لم یطع اللہ (جو اللہ کی اطاعت نہ کرے اس کے لیے کوئی اطاعت نہیں)۔ کہیں فرمایا من امرکم من الولاة بمعصیة فلا تطیعوہ (حکّام میں سے جو کوئی تمہیں کسی معصیت کا حکم دے اس کی اطاعت نہ کرو)[۳۲]

حضرت ابوبکرؓ اپنے ایک خطبے میں فرماتے ہیں:

من ولی امر امة محمد صلی اللہ علیه وسلم شیئاً فلم یقم فیھم بکتاب اللہ	جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے معاملات میں کسی معاملے کا ذمہ دار بنایا گیا اور پھر اس نے

[۳۰] بخاری، کتاب الاحکام، باب ۴۔ مسلم، کتاب الامارة، باب ۸۔ ابوداؤد، کتاب الجہاد، باب ۹۵۔ نسائی، کتاب البیعہ، باب ۳۳۔ ابن ماجہ، ابواب الجہاد، باب ۴۰۔

[۳۱] مسلم، کتاب الامارہ، باب ۸۔ ابوداؤد، کتاب الجہاد، باب ۹۵۔ نسائی، کتاب البیعہ، باب ۳۳۔ [۳۲] کنز العمال، ج ۶، احادیث نمبر ۲۹۳-۲۹۴-۲۹۵-۲۹۶-۲۹۹-۳۰۱۔

فعلیہ بھلة اللہ[۳۳]

لوگوں کے درمیان کتاب اللہ کے مطابق کام نہ کیا اس پر اللہ کی لعنت۔

اسی بنا پر خلیفہ ہونے کے بعد انہوں نے اپنی پہلی ہی تقریر میں یہ اعلان کر دیا تھا کہ

اطیعونی ما اطعت اللہ ورسولہ فاذا عصیت اللہ ورسولہ فلا طاعة لی علیکم[۳۴]

میری اطاعت کرو جب تک میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا رہوں، اور جب میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں تو میری کوئی اطاعت تم پر نہیں ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

حق علی الامام ان یحکم بما انزل اللہ وان یؤدی الامانة، فاذا فعل ذالک فحق علی الناس ان یسمعوا لہ وان یطیعوا وان یجیبوا اذا دعوا[۳۵]

مسلمانوں کے فرمانروا پر یہ فرض ہے کہ وہ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ کرے اور امانت ادا کرے پھر جب وہ اس طرح کام کر رہا ہو تو لوگوں پر یہ فرض ہے کہ اس کی سُنیں اور مانیں اور جب انہیں پکارا جائے تو لبیک کہیں۔

اپنی خلافت کے زمانے میں انہوں نے اپنے ایک خطبے میں یہ اعلان فرمایا:

ما امرتکم بہ من طاعة اللہ فحق علیکم طاعتی فیما احببتم وما کرھتم، وما امرتکم بہ من معصیة

میں اللہ کی فرمانبرداری کرتے ہوئے تم کو جو حکم دوں اس کی اطاعت تم پر فرض ہے خواہ وہ حکم تمہیں پسند ہو یا ناپسند۔ اور جو حکم میں تمہیں اللہ

۳۳؎ کنز العمال، ج ۵، ح ۲۵۰۵۔

۳۴؎ کنز العمال، ج ۵، حدیث ۲۲۸۲۔ ایک دوسری روایت میں حضرت ابوبکر کے الفاظ یہ ہیں وان عصیت اللہ فاعصونی (اگر میں اللہ کی نافرمانی کروں تو تم میری نافرمانی کرو) کنز العمال ج ۵، ح ۲۳۳

۳۵؎ کنز العمال، ج ۵، ح ۲۵۳۱

اللہ فلا طاعۃ لاحد فی المعصیۃ. الطاعۃ فی المعروف، الطاعۃ فی المعروف الطاعۃ فی المعروف[۳۶]	کی نافرمانی کرتے ہوئے دوں تو معصیت میں کسی کے لیے اطاعت نہیں۔ اطاعت صرف معروف میں ہے۔ اطاعت صرف معروف میں ہے۔ اطاعت صرف معروف میں ہے

۷۔ اقتدار کی طلب وحرص کا ممنوع ہونا: یہ قاعدہ بھی اس ریاست کے قواعد میں سے تھا کہ حکومت کے ذمہ دارانہ مناصب کے لیے عموماً اور خلافت کے لیے خصوصاً وہ لوگ سب سے زیادہ غیر موزوں ہیں جو خود عہدہ حاصل کرنے کے طالب ہوں اور اس کے لیے کوشش کریں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا (القصص ۸۳)	وہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کو دیں گے جو زمین میں نہ اپنی بڑائی کے طالب ہوتے ہیں اور نہ فساد برپا کرنا چاہتے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

انا واللہ لا نولی علی عملنا ھذا احداً سألہ او حرص علیہ[۳۷]	بخدا ہم اپنی اس حکومت کا منصب کسی ایسے شخص کو نہیں دیتے جو اس کا طالب ہو یا اس کا حریص ہو۔
ان اخونکم عندنا من طلبہ[۳۸]	تم میں سب سے بڑھ کر خائن ہمارے نزدیک وہ ہے جو اسے خود طلب کرے
ان لانستعمل علی عملنا من	ہم اپنی حکومت میں کسی ایسے شخص کو عامل

۳۶؎ کنز العمال، ج ۵، ح ۲۵۸۷

۳۷؎ بخاری کتاب الاحکام، باب ۷۔ مسلم، کتاب الامارہ، باب ۳

۳۸؎ ابوداؤد، کتاب الامارہ، باب ۲

ارادۂ[۱۳۹] | نہیں بناتے جو اس کی خواہش کرے۔

یا عبد الرحمٰن بن سمرۃ لا تسأل الامارۃ فانک اذا اوتیتہا عن مسئلۃ وکلت الیہا، وان اوتیتہا عن غیر مسئلۃ اعنت علیہا[۱۴۰]

(عبد الرحمٰن بن سمرہ سے حضورؐ نے فرمایا) اے عبد الرحمٰن بن سمرہ امارت کی درخواست نہ کرو، کیونکہ اگر وہ تمہیں مانگنے پر دی گئی تو خدا کی طرف سے تم کو اسی کے حوالہ کر دیا جائے گا۔ اور اگر وہ تمہیں بے مانگے ملی تو خدا کی طرف سے تم کو اس کا حق ادا کرنے میں مدد دی جائے گی۔

۸۔ **ریاست کا مقصد وجود** | اس ریاست میں حکمراں اور اس کی حکومت کا اوّلین فریضہ یہ قرار دیا گیا تھا کہ وہ اسلامی نظامِ زندگی کو کسی ردّ و بدل کے بغیر جُوں کا تُوں قائم کرے، اور اسلام کے معیارِ اخلاق کے مطابق بھلائیوں کو فروغ دے اور بُرائیوں کو مٹائے۔ قرآن مجید میں اس ریاست کا مقصد وجود یہ بیان کیا گیا ہے کہ:

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰہُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَہَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ[۱۴۱]

یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کرینگے اور زکوٰۃ دیں گے اور نیکی کا حکم دینگے اور بدی سے روکیں گے۔

۱۳۹؎ کنز العمال، ج ۶، ح ۲۰۶

۱۴۰؎ کنز العمال، ج ۶، ح ۶۹۔ اس مقام پر کسی کو یہ شُبہ نہ ہو کہ اگر یہ اسلام کا اصول ہے تو پھر حضرت یوسف نے مصر کے بادشاہ سے حکومت کا منصب کیوں مانگا تھا۔ دراصل حضرت یوسف کسی مسلمان ملک اور اسلامی حکومت میں نہیں بلکہ ایک کافر ملک اور کافر حکومت میں تھے۔ وہاں ایک خاص نفسیاتی موقع پر انہوں نے یہ محسوس کیا کہ اس وقت اگر میں بادشاہ سے حکومت کا بلند ترین منصب طلب کروں تو وہ مجھے مل سکتا ہے اور اس کے ذریعہ سے میں اس ملک میں خدا کا دین پھیلانے کے لیے راستہ نکال سکتا ہوں لیکن اگر میں طلبِ اقتدار باز رہوں تو اس کافر قوم کی ہدایت کے لیے جو نادر موقع مجھے مل رہا ہے وہ ہاتھ سے نکل جائے گا۔ یہ ایک خاص صورتِ حال تھی جس پر اسلام کا عام قاعدہ چسپاں نہیں ہوتا۔ ۱۴۱؎ الحج: ۴۱

اور یہی قرآن کی رُو سے امّتِ مُسلمہ کا مقصدِ وجُود بھی ہے :

وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا (البقرہ-۱۴۳)	اور اس طرح ہم نے تم کو ایک بیچ کی امّت (یا راہِ اعتدال پر قائم رہنے والی امّت) بنا دیا تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ۔
كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ (آلِ عمران-آیت ۱۱۰)	تم وہ بہترین اُمّت ہو جسے لوگوں (کی اصلاح و ہدایت) کے لیے نکالا گیا ہے تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔

علاوہ بریں جس کام پر محمد صلی اللہ علیہ وسلّم اور آپ سے پہلے کے تمام انبیاء مامور تھے وہ قرآن مجید کی رُو سے یہ تھا کہ اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْهِ[۴۲] (دین کو قائم کرو اور اس میں متفرق نہ ہو جاؤ)۔ غیر مسلم دنیا کے مقابلے میں آپ کی ساری جد وجہد صرف اس غرض کے لیے تھی کہ یَکُوْنَ الدِّیْنُ کُلُّهٗ لِلّٰهِ[۴۳] (دین پورا کا پورا صرف اللہ کے لیے ہو جائے)۔ اور تمام انبیاء کی امّتوں کی طرح آپ کی امّت کے لیے بھی اللہ تعالیٰ کا حکم یہ تھا کہ لِیَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ حُنَفَآءَ[۴۴] (یکسو ہو کر اللہ کی بندگی کریں، اپنے دین کو اسی کے لیے خالص کرتے ہوئے)۔ اس لیے آپ کی قائم کردہ ریاست کا اصل کام ہی یہ تھا کہ دین کے پُورے نظام کو قائم کرے، اور اس کے اندر کوئی ایسی آمیزش نہ ہونے دے جو مسلم معاشرے میں دورنگی پیدا کرنے والی ہو۔ اِس آخری نکتے کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے اصحاب اور جانشینوں کو سختی کے ساتھ متنبہ فرمایا کہ :

من احدث فی امرنا هٰذا ما لیس منه فهو رد[۴۵]	جو شخص ہمارے اِس دین میں کوئی ایسی بات نکالے جو اس کی جنس سے نہ ہو اس کی بات مردود ہے۔

---

[۴۲] الشّوریٰ، ۱۳   [۴۳] الانفال، ۳۹

[۴۴] البیّنہ، ۵

[۴۵] مشکوٰۃ، باب الاعتصام بالکتاب والسُّنّہ

ایاکم ومحدثات الامور فان کل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ۔[۴۶] — خبردار، نرالی باتوں سے بچنا، کیونکہ ہر نرالی بات بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی۔

من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علی ھدم الاسلام۔[۴۷] — جس نے کسی بدعت نکالنے والے کی توقیر کی اس نے اسلام کو منہدم کرنے میں مدد دی۔

اسی سلسلے میں آپ کا یہ ارشاد بھی ہمیں ملتا ہے کہ تین آدمی خدا کو سب سے زیادہ ناپسند ہیں اور ان میں سے ایک وہ شخص ہے جو:

مبتغ فی الاسلام سنۃ الجاھلیۃ[۴۸] — اسلام میں جاہلیت کا کوئی طریقہ چلانا چاہے۔

۹۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا حق اور فرض | اس ریاست کے قواعد میں سے آخری قاعدہ جو اس کو صحیح راستہ پر قائم رکھنے کا ضامن تھا، یہ تھا کہ مسلم معاشرے کے ہر فرد کا نہ صرف یہ حق ہے بلکہ یہ اس کا فرض بھی ہے کہ کلمۂ حق کہے، نیکی اور بھلائی کی حمایت کرے، اور معاشرے یا مملکت میں جہاں بھی غلط اور ناروا کام ہوتے نظر آئیں ان کو روکنے میں اپنی امکانی حد تک پوری کوشش صرف کر دے۔ قرآن مجید کی ہدایات اس باب میں یہ ہیں:

تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔[۴۹] — نیکی اور تقویٰ میں تعاون کرو اور گناہ اور زیادتی میں تعاون نہ کرو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا۔[۵۰] — اے لوگو جو ایمان لاتے ہو، اللہ سے ڈرو اور درست بات کہو۔

---

[۴۶] مشکوٰۃ، باب الاعتصام بالکتاب والسنہ

[۴۷] 〃 〃 〃

[۴۸] 〃 〃 〃

[۴۹] المائدہ، ۲

[۵۰] الاحزاب، ۷۰

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۔ (النساء ۔ ۱۳۵)	اے لوگو جو ایمان لائے ہو، انصاف پر قائم رہنے والے اور اللہ کے لیے گواہی دینے والے بنو، خواہ تمہاری گواہی خود تمہارے اپنے خلاف یا تمہارے والدین یا قریبی رشتہ داروں کے خلاف پڑے ۔
اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ . . . وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ[۵۱]	منافق مرد اور عورتیں ایک تھیلی کے چٹے بٹے ہیں، وہ برائی کا حکم دیتے اور بھلائی سے روکتے ہیں . . . اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے ساتھی ہیں، وہ بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہیں ۔

قرآن میں اہلِ ایمان کی صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ

اَلْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ[۵۲] ---	نیکی کا حکم دینے والے، بدی سے منع کرنے والے اور اللہ کے حدود کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اس معاملہ میں حسبِ ذیل ہیں:

من رأى منكم منكراً فليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه، فان لم يستطع فبقلبه وذالك اضعف الايمان[۵۳]	تم میں سے جو شخص کوئی برائی دیکھے اسے چاہیے کہ اس کو ہاتھ سے بدل دے۔ اگر ایسا نہ کر سکے تو زبان سے روکے، اگر یہ بھی نہ کر سکے تو دل سے (برا سمجھے اور روکنے کی خواہش رکھے) اور یہ ایمان کا ضعیف ترین درجہ ہے ۔

---

۵۱ التوبہ، ۶۷-۷۱

۵۲ التوبہ، ۱۱۲

۵۳ مسلم، کتاب الایمان، باب ۲۰۔ ترمذی، ابواب الفتن، باب ۱۲۔ ابوداؤد، کتاب الملاحم، باب ۱۷۔ ابن ماجہ، ابواب الفتن، باب ۲۰۔

ثم انها تخلف من بعدهم خلوف يقولون ما لا يفعلون ويفعلون ما لا يؤمرون، فمن جاهدهم بيده فهو مومن ومن جاهدهم بلسانه فهو مومن ومن جاهدهم بقلبه فهو مومن وليس وراء ذلك حبة خردل من الايمان[۵۴]

پھر ان کے بعد نالائق لوگ ان کی جگہ آئیں گے کہیں گے وہ باتیں جو کریں گے نہیں اور کرینگے وہ کام جن کا انہیں حکم نہیں دیا گیا ہے۔ پس جو ان کے خلاف ہاتھ سے جدوجہد کرے وہ مومن ہے، اور جو ان کے خلاف زبان سے جہاد کرے وہ مومن ہے، اور جو ان کے خلاف دل سے جہاد کرے وہ مومن ہے، اور اس سے کم تر ایمان کا ذرہ برابر بھی کوئی درجہ نہیں ہے۔

افضل الجهاد كلمة عدل (او حق) عند سلطان جائر[۵۵]

سب سے افضل جہاد ظالم حکمراں کے سامنے انصاف کی (یا حق کی) بات کہنا ہے۔

ان الناس اذا رأوا الظالم فلم يأخذوا على يديه اوشك ان يعمهم الله بعقاب منه[۵۶]

لوگ جب ظالم کو دیکھیں اور اس کے ہاتھ نہ پکڑیں تو بعید نہیں کہ اللہ ان پر عذابِ عام بھیج دے۔

انه سيكون بعدي امراء، من صدقهم بكذبهم واعانهم على ظلمهم فليس مني ولست منه[۵۷]

میرے بعد کچھ لوگ حکمراں ہونے والے ہیں۔ جو اُن کے جھوٹ میں ان کی تائید کرے اور ان کے ظلم میں ان کی مدد کرے وہ مجھ سے نہیں اور میں اُس سے نہیں۔

---

[۵۴] مسلم، کتاب الایمان، باب ۲۰

[۵۵] ابوداؤد، کتاب الملاحم، باب ۱۷۔ ترمذی، کتاب الفتن، باب ۱۲۔ نسائی، کتاب البیعۃ، باب ۳۶۔ ابن ماجہ، ابواب الفتن، باب ۲۰۔

[۵۶] ابوداؤد، کتاب الملاحم، باب ۱۷۔ ترمذی، کتاب الفتن، باب ۱۲۔

سيكون عليكم ائمة يملكون ارزاقكم يحدثونكم فيكذبونكم ويعملون فيسيئون العمل لا يرضون منكم حتى تحسنوا قبيحهم وتصدقوا كذبهم فاعطوهم الحق ما رضوا به فاذا تجاوزوا فمن قتل على ذالك فهو شهيد[۵۸]

عنقریب تم پر ایسے لوگ حاکم ہونگے جن کے ہاتھ میں تمہاری روزی ہوگی۔ وہ تم سے بات کرینگے تو جھوٹ بولیں گے اور کام کریں گے تو بُرے کام کرینگے وہ تم سے اس وقت تک راضی نہ ہونگے جب تک تم ان کی بُرائیوں کی تعریف اور ان کے جھوٹ کی تصدیق نہ کرو۔ پس تم ان کے سامنے حق پیش کرو جبتک وہ اسے گوارا کریں۔ پھر اگر وہ اس سے تجاوز کریں تو جو شخص اس پر قتل کیا جائے وہ شہید ہے۔

من ارضى سلطانا بما يسخط ربه خرج من دين الله[۵۹]

جس نے کسی حاکم کو راضی کرنے کے لیے وہ بات کی جو اس کے رب کو ناراض کردے وہ اللہ کے دین سے نکل گیا۔

---

۵۷ نسائی، کتاب البیعہ، باب ۳۴-۳۵

۵۸ کنز العمال، ج ۶، ح ۲۹۷

۵۹ کنز العمال، ج ۶، ح ۳۰۹

ضروری گذارش

خریدارانِ ترجمان القرآن سے التماس ہے کہ خط و کتابت کرتے وقت اپنے نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دیا کریں جو کہ ان کے پتہ کی چٹ پر درج ہوتا ہے۔ ورنہ عدم تعمیل کی شکایت کا دفتر ذمہ دار نہیں ہوگا۔

مینیجر ترجمان القرآن